جھوٹی گواہی کے احکامات کا علمی و تحقیقی جائزہ قانون اسلامی کے تناظر میں

The Provisions of False Testimony from the Perspective of Islamic Law

ڈاکٹر محمد ناصر*

ڈاکٹر محمد عزیز**

Abstract

Witnesses play an important role in providing justice to the aggrieved party. However, there is always a possibility that the witnesses may be false. Falsehood in testimony is a serious problem of the society and every legal system attempts to prevent falsehood by providing certain provisions that aim to curb falsehood. In this connection, the Pakistani courts have addressed this issue in various cases whereby the courts passed harsh remarks about the false witnesses and ordered for certain actions against them. This issue is also discussed in Islamic law with extensive detail. We find that the Muslim jurists have discussed different aspects of this problem. For instance, what is the way of verifying the reliability of witnesses? What is the provision or punishment for those who commit falsehood in testimony? Are they punished for this act? Once falsehood is committed, is there any remedy for it, or it disqualifies from giving testimony forever? What if a decision is taken on the basis of false testimony?

In this article, we discuss this issue from both Islamic and conventional law perspective and highlight the main points in the context of the current judicial approach towards this issue.

....

* لیکچرر، اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

** لیکچرر، اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

تمہید

نبی کریم ﷺ نے تین طبقے کے انسانوں کی صداقت کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا بہترین زمانا میرا (صحابہ کرامؓ) کا اسکے بعد اس سے ملا ہوا (تابعین) کا اور پھر اس سے ملا ہوا (تبع تابعین) کا ہے اور پھر " يَظْهَرُ الْكَذِبُ "[1] جھوٹ عام ہو جائے گا" اس دور میں احتیاط کی وجہ سے سنی سنائی بات کو پھیلانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا" كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ "[2] آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے ہر سنی ہوئی بات کا پھیلانا ہی کافی ہے" ان حالات میں اس وقت موجود لوگوں کے لیے عمومی طور پر اور ارباب اقتدار کے لیے خصوصی طور پر" فَتَبَيَّنُوا[3]" تحقیق کرلو" کا حکم ہے جس پر معاشرے کے ہر طبقے کو عموما اور عدلیہ کو خصوصا عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے اور عصر حاضر کے عدالتی نظام میں مقدمات میں جھوٹی گواہیوں کے عام ہونے کی وجہ سے اس کی شدت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے عدلیہ کے لیے انصاف مہیا کرنا مشکل ہوتا جارہا ہے جس کا اندازہ ذیل کے چند حقیقی واقعات سے لگایا جاسکتا ہے کو 2019-5-31 کو لاہور ہائیکورٹ میں درج زنا بالجبر کے کیس میں سماعت کے دوران جج جناب جسٹس اسجد گورال صاحب نے جھوٹے گواہ کی سرزنش کی۔ 2019-6-17 کو اسی طرح کے ایک اور کیس میں جھوٹی گواہی دینے پر چیف جسٹس جناب آصف سعید کھوسہ صاحب نے لڑکی کے والد کی سرزنش کی۔ آصف نامی شخص کے قتل کی سماعت کے دوران ASI خضر حیات کی جھوٹی گواہی دینے پر نہ صرف برہمی کا اظہار کیا بلکہ ایک کیس کے جھوٹے گواہ محمد ارشد کے خلاف انسداد دہشت گردی کی عدالت میں شکایت درج کرانے کی ہدایت کی اور انتہائی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا 1951 میں چیف جسٹس جناب جسٹس منیر صاحب کی رعایت کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کیونکہ انہوں نے فیصلے میں لکھ دیا گیا تھا کہ گواہوں کو جھوٹ بولنے دیں ہم سچ اور جھوٹ کا پتہ خود لگالیں گے بالآخر 20-3-2019 کو اس حوالے سے 31 صفحات پر مشتمل تفصیلی فیصلہ بھی جاری کیا اور دوران سماعت اس حوالے سے تبصرہ بھی کرتے رہے۔ جھوٹے گواہوں نے عدل کے نظام کو تباہ کر دیا ہے، ان کو سزا دینی چاہئیے، انکی گواہی پر ہمیشہ کے لیے پابندی لگادینی چاہیئے، ایک گواہی میں جھوٹا قرار دینے والا ہر جگہ جھوٹا تصور کیا جائے۔ اس آرٹیکل میں ان ہی سوالات کے جوابات اور اس کے سدباب کے طریقے کار کو شرعی قانون کے تناظر میں ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے

آپ ﷺ کی آمد سے قبل لوگ عموما اور عرب معاشرہ خصوصا اخلاقی، معاشی، اور معاشرتی ہر لحاظ سے انحطاط کا شکار ہونے کی وجہ سے برائی میں ضرب المثل بن چکا تھا اس بکھرے معاشرے کو اخلاق حسنہ یعنی اوصاف حمیدہ کی بنیاد پر متفق کیا گیا اور اخلاق رذیلہ سے اپنے آپ کو بچانے کی تلقین کی گئی ان میں سے ایک جھوٹ ہے جس کا کرنا بہت آسان ہے لیکن اس کے نقصانات نہ صرف خطرناک بلکہ متعدی بھی ہیں شریعت میں اس سے بچنے کی اس حد تک تاکید کی گئی ہے کہ ایسے شخص پر اللہ کی طرف سے پھٹکار ہوتی ہے[4] نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن میں جھوٹ اور خیانت کے علاوہ ہر عادت پائی جاسکتی ہے[5] حتی کہ ایک حدیث میں مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے منع کیا[6] ابن عربیؒ کی تحقیق کے مطابق جھوٹ کے چار مرتبے ہیں

- ❖ اللہ تعالی پر جھوٹ بولنا
- ❖ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا
- ❖ لوگوں کے لیے جھوٹ بولنا
- ❖ لوگوں پر جھوٹ بولنا

اس آخری کی مثال جھوٹی گواہی ہے جس کے لیے شرعی قانون کے ماخذ میں "شهادة الزور" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے عربی لغت میں لفظ شہادت علم، خبر، اور مشاہدۃ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور یہ تینوں صفات گواہ میں پائی جاتی ہیں اور اصطلاح میں کسی کے حق کی خبر دینے کو شہادت کہا جاتا ہے لفظ زور کا لغوی معنی ہے میلان ، جھکاؤ، اور اصطلاح میں "زور" کہا جاتا ہے کسی چیز کی اوصاف کو خلاف حقیقت اس طرح بیان کرنا کہ مخاطب انہیں سچ سمجھنے لگے یہی معنی ذکر کرتے ہوئے علامہ طبریؒ فرماتے ہیں۔"وأصل الزور تحسين الشيء، ووصفه بخلاف صفته، حتى يخيل إلى من يسمعه أو يراه، أنه خلاف ما هو به"[7] "زور حقیقت میں کسی شئ کے محاسن یا صفات کو بناوٹی انداز میں اس طرح پیش کرنا کہ سامع یا دیکھنے والا اس کو کوئی اور چیز سمجھنے لگ جائے"

جھوٹی گواہی کی مذمت از روئے قرآن:

قرآن کریم میں صراحت سے اس کی ممانعت کا حکم نہیں پایا جاتا البتہ مفسرین نے اس کی ممانعت پر اللہ تبارک وتعالی کے ارشاد "وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ"[8] "اور بچو تم جھوٹی بات سے" اور "لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا"[9] "اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو جھوٹ کی جگہوں پر نہیں آتے

آیت میں مذکور لفظ "یشہدون" کو بعض مفسرین نے مشاہدۃ کے معنی میں لیتے ہوئے یوں معنی کیا ہے " اللھو والغناء[10] "ناچ گانے اور بیہودہ چیزوں کے دیکھنے کے لیے نہیں جاتے " یہ قول محمد بن حنفیہؒ کا ہے اور بعض نے اس سے گواہی مراد لی ہے امام رازیؒ فرماتے ہیں "يَحْتَمِلُ إِقَامَةَ الشَّهَادَةِ الْبَاطِلَةِ، وَيَكُونُ الْمَعْنَى أَنَّهُمْ لَا يَشْهَدُونَ شَهَادَةَ الزُّورِ[11] "اور یہ جھوٹی گواہی دینے کا احتمال بھی رکھتا ہے اس صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ جھوٹی گواہی کے لیے حاضر نہیں ہوتے "اور یہ معنی صحابہ کرام میں سے ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، اور بعد کے مفسرین میں سے ابو طلحہؒ نے کیا ہے غرض یہ کہ لفظ "زور "کا معنی مطلق جھوٹ ہے لیکن اس کا اطلاق جھوٹی گواہی پر ہوتا ہے علامہ عینیؒ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں". وَقول الزُّور أَعم من أَن يكون شَهَادَة زور أَو غير شَهَادَة، كالكذب"[12] اور زور کا یہ قول عام ہے جھوٹی گواہی ہو یا گواہی کے علاوہ ہو مثلا جھوٹ وغیرہ "اور آیت کا مطلب یہ ہوا کہ مومن کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جھوٹ، بیہودگی کی جگہوں سے اور جھوٹی گواہی کی جگہوں سے ہمیشہ اجتناب کرنے والا ہوگا

جھوٹی گواہی کی مذمت ازروئے حدیث :

خریم بن فاتک اسدیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا" عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّورِ بِالشِّرْكِ بِاللَّهِ [13]"۔"جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر قرار دی گئی ہے" یہ جملے آپ نے تین بار ارشاد فرمائے اور پھر اس کی تائید میں سورۃ حج کی مذکورۃ بالا آیت کریمۃ تلاوت فرمائی اسی طرح حضرت ابی بکرۃؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے تین بار پوچھا کیا میں تمہیں کبیرہ گناہ نہ بتاؤں صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں یارسول اللہ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا چونکہ آپ لیٹے ہوئے اٹھ بیٹھے اور فرمایا" أَلاَ وَقَوْلُ الزُّورِ[14] "خبردار جھوٹی بات سے بچو" یہ الفاظ آپ ﷺ مسلسل دہراتے رہے صحابہ کرام فرماتے ہیں آپ ﷺ نے یہ الفاظ اس قدر دہرائے کہ ہم آپ کی خاموشی کی آرزو کرنے لگے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں بعض روایات میں " شَهَادَةُ الزُّورِ "ذکر کیا ہے محدثین میں سے شعبہؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے[15] ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کے مال حاصل کرنے یا اس کے خون کے بہانے کے لیے جھوٹی گواہی دی اس کے لیے اللہ کی طرف سے جہنم واجب ہوگئی[16] اسی طرح ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" شَاهِدُ الزُّورِ لَا تَزُولُ قَدَمَاهُ حَتَّى تُوجَبَ لَهُ

النَّارُ[17] "جھوٹے گواہ کے قدم اپنی جگہ نہیں ہلے ہوتے کہ اس پر جہنم واجب کر دی جاتی ہے" ایک روایت میں ہے "كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثًا هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ، وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ"[18] "سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی ایسی بات کہے جس میں وہ تجھے سچا سمجھے اور تو اس میں جھوٹا ہو"

پہلی حدیث میں شرک اور جھوٹی گواہی کو ہم پلہ ٹھہرانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پلیدی اور گناہ ہونے میں دونوں برابر ہیں جس طرح اللہ تعالی کے بارے جھوٹ بولنا منع ہے اسی طرح بندے کے حق میں بھی منع ہے لہذا دونوں سے سے اجتناب ضروری ہے اسی طرح اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ بندے کے حقوق کی رعایت رکھنا اللہ تعالی کے حقوق کی رعایت رکھنے کے مترادف ہے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں "وَفِيهِ أَنَّ مُرَاعَاةَ حَقِّ الْعِبَادِ مُعَادِلَةٌ لِحَقِّ اللَّهِ تَعَالَى"[19] اور دوسری حدیث میں اپنی عادت مبارکہ کے مطابق سامعین کو توجہ دلانے کی خاطر اور عنوان کی اہمیت بتانے کے لیے آپ ﷺ سوال کو دہراتے رہے اور لوگوں میں جھوٹ رائج ہونے کے خوف اور اس گناہ کی عظمت اور حرمت کو ظاہر کرنے کے لیے آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھے کیونکہ آسان اور مواقع کی کثرت کی وجہ سے عام طور پر اسے ہلکا گناہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ کہ اس کے نقصانات زیادہ اور متعدی ہیں مثال کے طور پر نفرت، دھوکہ، حسد، کینہ و بغض کے علاوہ درست فیصلہ میں رکاوٹ ڈالنا ،حق کو ضائع کرنا، قاضی کے سامنے جھوٹ بولنا وغیرہ اس میں شامل ہیں صاحب منار ان سب کا اجمالی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں" لم يفعل ذلك إلاّ لشدة خطورتها، وعظم جُرْمِها وسهولة وقوعها، والتهاون بأمرها، وتعدي ضررها، وتطاير شررها حتى قالوا شهادة الزور تقضي على صاحبها في الدنيا"[20] جھوٹ اور جھوٹی گواہی کا بنیادی مقصد دھوکہ دینا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے "زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا"[21] "تین وجوہات سے انسان کو جھوٹا کہا جاسکتا ہے

- اقرار کی وجہ سے
- اس کی ظاہری حالت سے مثلا گواہی زمان، مکان، یا علاقے سے ہو اور وہ وہاں پر موجود نہ ہو
- کسی کے بتانے سے یعنی گواہی سے[22]

جھوٹے گواہ کا حکم:

گواہی سے پہلے گواہوں کو سچی گواہی کی تلقین کی جائے گی جس سے متاثر ہو کر گر گواہوں سے کوئی گواہی سے پہلے ہی رجوع کر لے تو اس کے بارے عمومی تشہیر کی ضرورت نہیں البتہ خواص کو اس سے خبر دار کرنے کے لیے تحریری طور پر مطلع کیا جائے گا جیسا کہ علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں "فَإِنْ رَجَعَ بَعْدَ وَعْظِهِ سَتَرَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَفْضَحْهُ إِلَّا أَنْ يَتَحَقَّقَ مِنْهُ أَنَّهُ شَهِدَ بِزُورٍ فَيَكْشِفُ حَالَهُ لِيَتَحَرَّزَ مِنْهُ الْحُكَّامُ [23] اور اگر کوئی گواہ گواہی دینے کے بعد اور جج کے مطلع ہونے سے پہلے خود توبہ کر لے تو قابل سزا جرم ہونے کے باوجود دوسروں کی حوصلہ افزائی کے لیے باغی، مرتد، اور رمضان کے مہینہ میں افطار کرنے والوں کی طرح ان کو بھی کو معاف کرنا بہتر ہے [24] لیکن اس کی توبہ حاکم کے سامنے ہونا اس لیے اس ضروری ہے کہ معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے کچھ نصیحتوں کی گذارش کی ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جب برائی کرو تو پھر توبہ کر "السِّرُّ بِالسِّرِّ، وَالْعَلَانِيَةُ بِالْعَلَانِيَةِ" [25] جرم جس نوعیت کا ہو گا توبہ بھی اسی نوعیت کی ہو گی۔ اگر گواہی میں بھول یا غفلت کی وجہ سے غلطی ہو گئی ہو تو اس کے لیے کوئی سزا نہیں البتہ شوافع کا ہاں تنبیہ ضروری ہے [26] زیادہ جھوٹ کی وجہ سے اسے فاسق تو نہیں کہا جائے گا البتہ گواہی رد کر دی جائے گی البتہ اس کا جھوٹا ہونا:

- اقرار سے ظاہر ہوا ہو گا
- یا رجوع سے

دونوں صورتوں میں فقہا اس پر تو متفق ہیں کہ ایسے شخص کو تعزیر لگائی جائے گی کیونکہ حدیث میں ہے " شاهِدُ الزُّورِ يُعَزَّرُ " [27] جھوٹے گواہ کو تعزیر دی جائے گی" اور اسلامی تاریخ میں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں مثلاً حضرت عمرؓ نے جھوٹے گواہ کو چالیس درے مارے، منہ کالا کیا، سر منڈوایا، چہرہ پہ سیاہی ملی، قاضی شریحؒ نے ہر طبقے کے لوگوں میں اس کی تشہیر کرائی، عمر بن عبد العزیزؒ نے درے مارے البتہ اس کی کیفیت میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ تشہیر کے تو قائل ہیں لیکن مارنے کی نہیں جبکہ صاحبین، اور ائمہ ثلاثہ مالکؒ [28] شافعیؒ [29] اور احمدؒ ہر طرح کی سزا کے جواز کے قائل ہیں [30] جب کہ امام محمدؒ سے مذکورہ مسئلے کی تین صورتیں منقول ہیں

- نادم ہو کر توبہ کرنے والے کے لیے کوئی سزا نہیں
- توبہ کے بعد بھی اس گناہ پر مصر رہنے والے کے لیے تعزیر ہو گی

- توبہ کے باوجود مشکوک آدمی کی سزا میں اختلاف ہے اگر جھوٹا ہو تو تعزیر ہے ورنہ نہیں [31]

البتہ رجوع کی مختلف صورتیں ہیں لیکن اس سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے جن مقدمات میں گواہی کی نوبت آتی ہے ان کی تین صورتیں ہیں

- جن میں سزائیں ہوں مثلاً قصاص، رجم وغیرہ
- جن میں نقصان کا ازالہ نہ ہو سکے مثلاً طلاق، عتاق وغیرہ
- مالی مقدمات سے متعلق ہو

اب یہ رجوع فیصلے سے پہلے ہو گا یا بعد میں پہلی صورت میں گواہی تو باطل ہو گی لیکن تعزیر ہو گی اور اگر بعد میں ہو تو دو صورتیں ہیں سزا پر عمل درآمد ہوا ہو گا یا نہیں عمل درآمد نہ ہوا ہو تو گواہی کے لیے مطلوبہ عدد (زنا) میں کمی ہوئی گی یا نہیں اگر کمی ہوئی ہو تو پھر حد قذف ہو گی اور اگر عدد میں کمی نہ ہوئی ہو تو پھر دیکھا جائے گا گواہی جھوٹ عمداً ہے یا خطاً پہلی صورت میں قذف کی سزا ہو گی اور گواہی رد کر دی جائے گی اور اگر خطاء ہو تو ایسے گواہ کی گواہی پر ہمیشہ کے لیے پابندی تو نہیں لگائی جائے گی لیکن اس گواہی پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا

اور اگر رجوع فیصلے پر عمل درآمد کے بعد ہو تو عمداً گواہی دینے والوں پر ضمان اور خطاء گواہی دینے والے کے لیے تعزیز ہو گی

اور اگر مالی مقدمات میں فیصلے پر عمل درآمد سے پہلے رجوع کیا گیا ہو تو فیصلہ نافذ کیا جائے گا اور گواہ نقصان کے ذمہ دار ہوں گے اور اگر فیصلے کا تعلق ان مقدمات سے ہو جن میں سزائیں ہوں اور رجوع فیصلے کے نفاذ سے پہلے ہو تو اس میں تین قول ہیں

- فیصلے پر عمل درآمد نہیں کیا جائے گا
- فیصلہ نافذ کیا جائے گا
- بندوں کے حقوق مثلاً قصاص، قذف میں نافذ کیا جائے گا اور حقوق اللہ میں نافذ نہیں کیا جائے گا[32]

توبہ کے بعد گواہی کا حکم:

قضا کا مقصد صحیح فیصلہ ہے جسکی بنیاد سچی گواہی ہے اور گواہی کی سچائی کا دارومدار عادل ہونے پر ہے جس کے مفہوم میں فقہا سے مختلف اقوال منقول ہیں ان میں سے بعض نے تو انتہائی سختی کی ہے جس کی وجہ سے اس کا

مفہوم بہت محدود ہو جاتا ہے اور بعض کی نرمی کی وجہ سے مفہوم وسیع ہو جاتا ہے ان میں سے سب سے معتدل قول قاضی ابویوسفؒ سے منقول ہے "إن العدل في الشهادة أن يكون مجتنباً عن الكبائر، ولا يكون مصرّاً على الصغائر، ويكون صلاحه أكثر من فساده، وصوابه أكثر من خطئه، وأن يستعمل الصدق ديانة ومروءة، ويجتنب عن الكذب ديانة ومروءة"[33] گواہی میں عدالت یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے اپنے کو بچانے والا اور صغیرہ پر ہمیشگی نہ کرنے والا ہو، صالح ہو فسادی نہ ہو، اس کی خطائیں کم ہوں، شرافت و دیانت کیوجہ سے سچ بولنے والا اور جھوٹ سے اجتناب کرنے والا ہو" غرض کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے والا عادل اور اس کے مرتکب کو عادل نہیں کہا جائے گا اور جھوٹی گواہی تو منصوصی طور پر کبیرہ میں شامل ہے اس لیے اس کا مرتکب کا حکم فاسق کی طرح ہو گا چنانچہ بخاری کے شارح ابن بطال فرماتے ہیں" شهادة الزور فسق"[34]

"جھوٹی گواہی فسق ہے" اور فاسق کی گواہی کے بارے اللہ تبارک و تعالی کے اس ارشاد "إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا[35]" کی وجہ سے توقف کا ہے اور تحقیق کے بعد ظن غالب کی بنیاد پر گواہی کے قبول یا رد کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا اور یہی جھوٹے گواہ کا بھی ہے لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے جب یہ جھوٹ کا عادی نہ ہو اور اگر عادی ہو تو پھر اسکی گواہی کسی بھی صورت قبول نہیں ہو گی اور اس کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں کی جائے گی جب تک اس پر اصلاح کے آثار نظر نہ آجائیں جس کے لیے وقت کی کوئی تعیین بھی نہیں کی گئی اگرچہ بعض نے چھے مہینے سے لے کر سال تک کا دورانیہ ذکر کیا ہے لیکن صحیح قول کے مطابق یہ قاضی کی صوابدید پر موقوف ہے اور یہی قول راجح ہے صاحب در مختار اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "الْفَاسِقُ إذَا تَابَ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ مَا لَمْ يَمْضِ عَلَيْهِ زَمَانٌ يُظْهِرُ التَّوْبَةَ، ثُمَّ بَعْضُهُمْ قَدَّرَهُ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ، وَبَعْضُهُمْ قَدَّرَهُ بِسَنَةٍ، وَالصَّحِيحُ أَنَّ ذَلِكَ مُفَوَّضٌ"[36] اب فاسق کی اصلاح کا علم کس طرح ہو گا اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے صاحب منتقی فرماتے ہیں" فَلَا تَثْبُتُ لَهُ تَوْبَةٌ إلَّا بِزِيَادَةِ خَير"[37] اس کی توبہ ثابت نہیں ہو گی مگر بھلائی کی کثرت سے "[38] گویا کہ بھلائی کی طرف رغبت اس کے توبہ کے قبول ہونے کے لیے بمنزلہ شرط کے ہے احناف کے مسلک میں پھر بھی تفصیل ہے اگر عادل آدمی جھوٹی گواہی کی وجہ سے فسق کا مرتکب ہوا ہو اور پھر وہ اس گناہ سے توبہ کرے تو عدم اعتماد کی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور اگر پہلے فاسق ہو اور پھر توبہ کرے تو گواہی قبول ہو گی[39]

جھوٹی گواہی کے سدباب کا طریقہ:

انصاف کی فراہمی میں حائل تمام رکاوٹوں کو نہ صرف ختم کرنا ضروری ہے بلکہ ایسے تمام ذرائع جو ان رکاوٹوں کے لیے سبب ہوں ان کا سدباب بھی عدلیہ کی ذمہ داریوں میں شامل ہے جن میں سے ایک جھوٹی گواہی ہے شرعی قانون میں گواہوں کی چھان بین کے لیے وضع کیے گئے طریقہ کار کو "تزکیۃ الشہود" کہا جاتا ہے کیا ہر مسلمان گواہ کے بارے یہ تحقیق ضروری ہے؟ اس میں فقہا کا اختلاف ہے ایک رائے یہ ہے اسلام کی وجہ سے ہر مسلمان عادل ہے اس لیے مسلمان گواہ کی تحقیق کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ظاہری حالت پر ہی فیصلہ کیا جائے گا ان کے قول کا دارومدار اس حدیث پر ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایک عراقی آیا اور کہنے لگا میں آپ کو ایک ایسے معاملے کے بارے خبر دینے آیا ہوں "مَا لَهُ رَأْسٌ، وَلاَ ذَنَبٌ" نہ تو اس کی ابتدا ہے اور نہ انتہا" (یعنی اس کا کوئی حل نہیں) آپ نے پوچھا وہ کیا ہے اس نے کہا "شَهَادَاتُ الزُّورِ. ظَهَرَتْ أَرْضِنَا" ہمارے علاقوں میں تو جھوٹی گواہیاں شروع ہو گئیں ہیں" آپ نے فرمایا میں کسی عادل آدمی کو قید نہیں کر سکتا[40] محدثین فرماتے ہیں اس یہ ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹی گواہی کا رواج عراق سے ہوا اس سے پہلے مسلمان معاشرے میں اس کا رواج نہیں تھا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کی حالت میں اصل تعدیل ہے جسے مجروح کرنے کے لیے ظاہری اسباب چاہئیں[41] امام ابو حنیفہؒ نے اسی حدیث کی وجہ سے ایک قول کے مطابق گواہوں کی تحقیقات کو بدعت قرار دیا[42] اور دوسرے قول کے مطابق جرح کے بعد اس کے جواز کے قائل ہوئے[43] جب یہ سلسلہ عام ہونے لگا تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا "لَا يَغُرَّنَّكُمْ صَلَاةُ امْرِئٍ، وَلَا صِيَامُهُ، وَلَكِنِ انْظُرُوا مَنْ إِذَا حَدَّثَ صَدَقَ"[44] "تمہیں کسی آدمی کی نماز اور روزہ دھوکے میں نہ ڈالے لیکن تم اس بات کو دیکھو کہ وہ سچ بولتا ہے کہ نہیں" ایک اور کیس میں جب دو ایسے آدمیوں نے گواہی دی جس میں سے ایک کی حالت سے آپ باخبر اور دوسرے سے انجان تھے آپ نے پوچھا اس کے بارے کون جانتا ہے موجود لوگوں میں سے ایک نے اس کی تعدیل کی آپؓ نے فرمایا کیا تو نے اس کے ساتھ سفر کیا ہے، یا یہ تمہارا پڑوسی رہا ہے، یا اس کے ساتھ کاروبار کیا ہے اس نے کہا نہیں آپؓ نے فرمایا پھر ایسے شخص کو لاؤ جو اسکے بارے صحیح معلومات رکھتا ہو[45] ان دو واقعات سے معلوم ہو رہا ہے کہ گواہوں کی تحقیق آپؓ نے کروائی ہے اور یہی قول قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے کہ گواہوں پر جرح ہو یا نہ ہو تحقیق ضروری ہے کیونکہ

فیصلے کا دارومدار دلیل پر ہو تا ہے اور دلیل کی صحت عدالت پر موقوف ہوتی ہے جس کا یقین تحقیق سے ہو تا ہے متاخرین فقہا دونوں قولوں میں تطبیق کا راستہ اختیار کرتے ہوئے اسے اختلاف زمان پر محمول کرتے ہیں کہ امام صاحب کا زمانہ خیر القرون کا تھا اس زمانے میں وہ طریقہ درست تھا اور صاحبین کا زمانہ بعد کا ہے اس لیے ان کے زمانے میں یہ قول بہتر ہے ہمارے زمانے میں فتوی بھی صاحبین ہی کے قول پر ہے یہی قول مالکیہ[46] شوافع، حنابلہ[47] اور اصحاب الظواہر کا ہے البتہ ظواہر اس کا ذمہ دار مدعی کو سمجھتے ہیں[48] البتہ عورت کو مزکی بنائے جانے میں فقہا کا اختلاف ہے شوافع مطلقا اور احناف اس عورت کا تزکیہ درست سمجھتے ہیں جو ضرورت کی وجہ سے باہر آتی جاتی رہتی ہو اور لوگوں کے احوال سے باخبر ہو جب کہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جن مسائل میں عورت کی گواہی جائز ہے ان مسائل میں اس تزکیہ بھی جائز ہو گا[49] امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ صحیح قول کے مطابق اسے مطلقا جائز نہیں سمجھتے[50] گواہوں کی تحقیق کے دو طریقے ہیں:

- ظاہری (اعلانیہ)
- باطنی (خفیہ)

گواہوں کی ظاہری تحقیق ہو کہ باطنی اس کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی گواہ کا نام، نسب، پیشہ، علاقہ، محلہ، اور اس کا حلیہ اس تفصیل سے لکھ کر متعلقہ شخص یا ادارے کے حوالے کرے گا کہ اس کے لیے مطلوبہ شخص کی پہچان آسان ہو جو تحقیق کے بعد عدالت میں جج کی موجودگی میں گواہ کی تعدیل یا جرح کرے گا لیکن یہ طریقہ ہمارے زمانے میں نقصان سے خالی نہیں اور خفیہ تحقیقات میں بھی یہی طریقہ کار ہے سوائے اس کے کہ اس میں حاصل کردہ معلومات مرتب کرکے خفیہ سے (اس کا طریقہ جو بھی ہو) عدالت کے سپرد کی جائیں گیں یہ طریقہ بہتر اور محتاط ہے ہر آدمی کی تحقیق اسکے پیشے سے وابستہ افراد سے کی جائے گی مزکی (تزکیہ کرنے والا) کے لیے کوئی خاص تعداد مقرر نہیں بعض نے ایک بعض نے دو اور بعض نے تین کا عدد ذکر کیا ہے اور بعض نے کہا ہے جس سے اطمینان ہو جائے اور یہی راجح ہے[51] البتہ گواہی کی ایک نوعیت ہونے کی وجہ سے اس کی وہی شرائط ہیں جو گواہ کی ہیں اس کے ساتھ ساتھ درجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے

- تزکیے کے طریقے سے واقف ہو

- جس کا تزکیہ کیا جارہا ہے اس کے حالات سے بخوبی واقف ہو معاملات یا پڑوسی ہونے کی وجہ سے
- مرد ہو کیونکہ عورت کے مزکی بنائے جانے میں اختلاف ہے

کچھ عرصہ بعد دوبارہ گواہی دینے والے کو از سر نو تحقیقی مراحل سے گذرنا پڑے گا[52] اسی طرح مستور الحال اجنبی جس کی حالت سے کوئی واقف نہ ہو تو امام محمدؒ کے قول کے مطابق چھ مہینے اور قاضی ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق ایک سال تک اگر اس سے خلاف شریعت کام سرزد نہ ہو تو اعادل تصور کیا جائے گا[53] ابتدا میں قاضی ظاہری تحقیق پر اکتفا کرلیتے تھے وقت کے بدلنے کے ساتھ ساتھ تزکیہ کرنے والوں کو خطرات لاحق ہونے کی وجہ سے اعلانیہ تحقیقات کے ساتھ خفیہ طریقے سے تحقیقات کروانے کے طریقہ ااختیار کیا گیا جس کے موجد قاضی شریحؒ ہیں اور پھر رفتہ رفتہ اسی طریقے کو ترجیح دی جانے لگی چنانچہ علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں ہمارے زمانے میں گواہ اور مزکی دونوں کے درمیان بغض وعداوت سے بچنے کے لیے علانیہ تحقیقات کی بجائے خفیہ تحقیق ہی اولی ہے۔ جبکہ ابن ہمامؒ نے صرف خفیہ تحقیقات پر اکتفا کرنے کا فتوی دیا ہے لیکن بعض فقہا تحقیق کے کسی ایک طریقے پر اکتفا کرنے کو صحیح نہیں سمجھتے "أَن الِاكْتِفَاء بِالْوَاحِدِ فِي السِّرّ تَزْكِيَة وتجريحاً وَعدم الْقدح فِيهِ لَا يُنَاسب زمننا[54] "بلکہ دونوں طریقے اپنانے کے قائل ہیں اور محتاط قول یہی ہے ہمارے زمانے میں مزکی کے لیے احناف کا قول بہتر ہے جب کہ قاضی کے لیے تزکیے کے دونوں طریقے اختیار کرنے مین بہتری ہے

اس لحاظ سے گواہوں کے چھ مراتب ذکر کیے گئے ہیں:

- گواہ عادل ہونے میں شہرت رکھتا ہو تو اسکی گواہی قبول ہو گی اور جرح قرابت یا عداوت کی وجہ سے جائز ہو گی
- گواہ عادل ہو لیکن اس میں مشہور نہ ہو تو اس کی گواہی بھی قبول ہو گی اور اس پر جرح عداوت کی وجہ سے جائز ہو گی
- جس گواہ میں عادل ہونے کی علامات پائی جاتی ہوں
- جرح یا تعدیل کی کوئی ظاہری علامت نہ ہو
- جرح کی علامت پائی جاتی ہو یا
- جرح میں معروف ہو

مذکورہ تمام صورتوں میں تزکیے کے بغیر گواہی نہیں قبول کی جائے گی[55]

نتائج بحث

جھوٹ چاہے جس نوعیت اور صوت کا ہو ایک وبا کی مانند ہے جو مذہبی اور اخلاقی دونوں لحاظ سے مذموم ہے جس کے اثرات متعدی اور معاشرے میں بہت سی الجھنوں کا سبب ہیں اور خاص کر "جھوٹی گواہی" جس کی ابتداء حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں عراق سے ہوئی اور شرعی قانون میں اس کے لیے "زور" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے سے سب سے زیادہ عدلیہ متاثر ہو رہی ہے عدالتوں میں سماعت کے دوران اس گتھی کو سلجھانے میں وقت ضائع ہونے کی وجہ سے انصاف کا حصول مشکل ترین ہوتا جارہا ہے اس لیے اس کی جسقدر ممکن ہو سکے مذمت کرنی چاہیئے اور اس قسم کے گواہ کے لیے بطور تعزیر کے سزا تجویز کی جائے جو حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے اور سزا میں ہر ایسا طریقہ (سر منڈوانا، چہرہ سیاہ کرنا، مارنا، جیل میں ڈالنا، گلے میں رسی ڈالنا) اپنایا جائے گا (سوائے داڑھی منڈانے کے) جس سے ان کی حوصلہ شکنی ہو اور لوگوں کو ان کے شر سے بچانے یا انہیں خبر دار کرنے کے لیے اور انہیں عوامی حلقوں میں متعارف کرانے کے لیے علاقے کے مرکزی مقامات مثلا مساجد ، چوک اور چوراہے، بازاروں، منڈیوں، اور عدالتوں کا انتخاب کیا جائے لیکن کبھی کبھی خود رجوع کرنے والے کو اس کی دلجوئی اور دوسروں کی رغبت کے لیے معاف کرنا بھی جائز ہے وعظ و نصیحت سے رجوع کرنے والے کے بارے خواص کو خبر دار کرنے کے لیے تحریری طور پر آگاہ کیا جائے گا خطاکار کو تنبیہ کی جائے گی البتہ قصدا جھوٹ بولنے والے کو سزا دیجائے گی اور نقصان کا ذمہ دار ہو گا توبہ کے بعد سوائے قاذف کے گواہی قبول کی جائے گی سوائے امام مالکؒ کے توبہ کی تصدیق اس کی ظاہری حالت سے ہو گی اس کے سدباب کے لیے شرعی قانون میں وضع کیے گئے طریقہ کار کو "تزکیہ" کہا جاتا ہے جس کے ذریعے گواہوں کی تحقیق کی جاتی ہے اس کے دو طریقے ہیں اعلانیہ جو ہمارے زمانے میں نقصان سے خالی نہیں اور خفیہ جو تحقیقات کا محتاط طریقہ ہے اور اکثر فقہا اسی کو کافی سمجھتے ہیں سوائے شوافع کے کہ وہ دونوں طریقوں عمل پیرا ہونا ضروری سمجھتے ہیں اگر ممکن ہو تو یہ بہتر ہے امام ابو حنیفہؒ گواہوں پر جرح کے بعد اور ائمہ ثلاثہؒ، امام ابو یوسفؒ، اور امام محمدؒ مطلقا اس کے جواز کے قائل ہیں البتہ بعض وجوب کی حد تک گئے ہیں تمام فقہا اس کے قائل ہیں کہ تزکیہ قاضی کی ذمہ داری ہے سوائے اصحاب الظواہر کے وہ یہ ذمہ داری مدعی علیہ پر عائد کرتے ہیں ہر جنس کا تزکیہ اس کی جنس اور ہر طبقے کا تزکیہ اس کے طبقے سے کروایا جائے گا عورت کے تزکیے کا سوائے احناف کے کوئی قائل نہیں اور وہ بھی وہاں

جہاں اس کی گواہی تسلیم کی جاتی ہو اور وہ لوگوں کے حالات سے واقف ہو البتہ مستور الحال یا اجنبی کی حالت کی تعین کے لیے چھے سے لیکر ایک سال کا دورانیہ مقرر کیا گیا ہے.

حواشی

[1] الأزدي، معمر بن أبي عمرو راشد، الجامع، ناشر المجلس العلمي پاکستان، طبعہ ثانیہ، 1403، حدیث نمبر 19996

[2] المرْوزي، أبو عبد الرحمن عبد اللہ بن المبارک بن واضح، الزہد والرقائق لابن المبارک، ناشر: دار الکتب العلمیہ، نامعلوم، حدیث نمبر 379

[3] القرآن، سورۃ الحجرات

[4] القرآن، آیت نمبر 61

[5] الشیباني، أبو عبد اللہ أحمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن أسد، مسند الإمام أحمد بن حنبل، ناشر مؤسسہ الرسالہ، طبعہ اولی، 2001، حدیث نمبر 22170

[6] السِّجِسْتاني، أبو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الأزدي، سنن أبي داود، ناشر المکتبہ العصریہ، نامعلوم ، حدیث نمبر 4990

[7] الطبري، أبو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب، جامع البیان في تأویل القرآن، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، طبعۃ: أولی، 2000، ج19/ 313

[8] القرآن، سورۃ، الحج، آیت 30

[9] القرآن، سورۃ، الفرقان، آیت 72

[10] النیسابوري، أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي، الوسیط في تفسیر القرآن المجید، ناشر: دار الکتب العلمیہ، طبعۃ: أولی، 1994، ج3/ 348

[11] فخر الدین الرازي، أبو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین، مفاتیح الغیب، ناشر: دار إحیاء التراث العربي، طبعۃ: ثالثۃ - 1420ھ ج24/ 485

[12] بدر الدین العینی، أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ناشر: دار إحیاء التراث العربي، نا معلوم، ج13/ 218

[13] الترمذي، أبو عیسی محمد بن عیسی بن سَوْرۃ بن موسی بن الضحاک، ناشر: دار الغرب الإسلامي، 1998، حدیث نمبر 2300

[14] البخاري، أبو عبد اللہ، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاري، ناشر: دار طوق النجاۃ، طبعۃ: اولی، 1422ھ، حدیث نمبر 2654

[15] عمدۃ القاری، ج22/ 88

[16] الجرجاني، يحيى بن الحسين بن إسماعيل بن زيد، ترتيب الأمالي الخميسية للشجري، ناشر: دار الكتب العلمية طبعة: أولى، 2001م حدیث نمبر 2641

[17] البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي بن موسى،: السنن الكبرى، ناشر: دار الكتب العلمية، طبعة: ثالثة، 2003م، حدیث نمبر 20384

[18] الخرائطي، أبو بكر محمد بن جعفر بن محمد بن سهل بن شاكر، مساوئ الأخلاق ومذمومها، طبعہ اولی، 1993، حدیث نمبر 109

[19] القاري، علي بن محمد، أبو الحسن نور الدين، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ناشر: دار الفكر،، طبعة: اولی، 2002م، ج6/2449

[20] حمزة محمد قاسم، منار القاري شرح مختصر صحيح البخاري، ناشر: مكتبہ دار البيان، دمشق، 1990، ج4/29

[21] القرآن، سورۃ الانعام، آیت نمبر 112

[22] بالماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب، الحاوي الكبير، ناشر دار الكتب العلميہ، طبعہ اولی، 1999، ج16/319

[23] الحاوي الكبير، ج16ئ184

[24] أبو عبد الله، محمد بن أحمد بن محمد عليش، منح الجليل شرح مختصر خليل، ناشر دار الفكر، 1989، ج8/304

[25] الطبراني، أبو القاسمسليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير، المعجم الكبير، ناشر مكتبہ ابن تيميہ، طبع ثانيہ، نامعلوم، حدیث نمبر 331

[26] الحاوي الكبير، ج16/319

[27] ابن أبي شيبہ، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي، المصنف في الأحاديث والآثار، ناشر مكتبة الرشد، طبعہ اولی، 1409، حدیث نمبر 28710

[28] الأصبحي، مالك بن أنس بن مالك بن عامر، المدونہ، ناشر دار الكتب العلميہ، طبعہ أولی، 1994، ج4/58

[29] الشافعي أبو عبد الله محمد بن إدريس القرشي، الأم، ناشر دار المعرفة، 1990، ج7/57

[30] بابن قدامة، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة، المغني لابن قدامة،: ناشر مكتبة القاهرة، نامعلوم، 1968م، ج10/227

[31] الزيلعي، عثمان بن علي بن محجن البارعي، فخر الدين، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ناشر: المطبعة الكبرى الأميرية، طبعة اولی، 1313ج4/241

[32] نهاية المطلب في دراية المذهب، ج19/58

[33] البخاري، أبو المعالي برهان الدين محمود بن أحمد بن عبد العزيز بن عمر بن مَازَةَ، المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ناشر دار الكتب العلمي، طبعة اولی، ج8/311

[34] ابن بطال أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك، شرح صحيح البخارى، ناشر مكتبة الرشد السعودية، طبعہ: ثانية، 2003، ج8/31

[35] القرآن، سورۃ الحجرات، آیت 6

36 ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز: رد المحتار علی الدر المختار، ناشر دار الفکر، طبعہ ثانیہ، 1992، ج5/ 473

37 المنتقی شرح الموطا، ج5/ 190

38 امام الحرمین، عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف بن محمد الجويني، نهاية المطلب في دراية المذهب، ناشر دار المنہاج، طبعہ اولی، 2007م، ج19/ 65

39 المحيط البرهاني في الفقه النعماني، 2004، ج8/ 458

40 الأصبحي، مالک بن أنس بن مالک بن عامر، الموطأ، ناشر: دار إحياء التراث العربي، طبعۃ اولی، 2004، حدیث نمبر 2666

41 القرطبي، أبو الوليد سليمان بن خلف بن سعد بن أيوب بن وارث، المنتقی شرح الموطا، ناشر: مطبعۃ السعادۃ، 1332، ج5/ 189

42 البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج7/ 63

43 المرغيناني، علي بن أبي بكر بن عبد الجليل، الهداية في شرح بداية المبتدي، ناشر دار احیاء التراث العربي، نامعلوم ج3/ 118

44 الزہد والرقائق لابن المبارک، حدیث نمبر 1010

45: السنن الکبری، حدیث نمبر 20400

46 الخرشي، أبو عبد اللہ، محمد بن عبد اللہ، نامعلوم، ج7/ 183

47 المرداوي، علاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان، الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف، دناشر ار إحياء التراث، طبعہ ثانیۃ، نامعلوم، ج11/ 291

48 الحاوي الكبير، ج16/ 182

49 الكاساني، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ناشر دار الکتب العلمیہ، طبعہا ثانیۃ، 1986، ج7/ 11

50 المدونۃ، ج4/ 24

51 اليعمري، إبراهيم بن علي بن محمد، ابن فرحون، تبصرة الحكام في أصول الأقضية ومناهج الأحكام، ناشر مكتبة الكليات الأزهرية، طبعۃ اولی، 1986، ص309

52 الفاسي، أبو عبد الله، محمد بن أحمد بن محمد، الإتقان والإحكام في شرح تحفة الحكام، ناشر دار المعرفۃ، نامعلوم، ص/ 56

53 الطرابلسي، أبو الحسن، علاء الدين، علي بن خليل، معين الحكام فيما يتردد بين الخصمين من الأحكام، ناشر: دار الفکر، نامعلوم، ص86

54 التُّسُولي، علي بن عبد السلام بن علی، البہجۃ في شرح التحفۃ، ناشر دار الکتب العلمیۃ، طبعۃ اولی، 1998، ص148

55 الكلبي، أبو القاسم، محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الله، ابن جزي،: القوانين الفقهيۃ نامعلوم ص204